فرامین قائد کی روشنی میں اُردو ادب کی صورت

عادل سعید قریشی

Adel Saeed Qureshi

Ph.D Scholar, Department of Urdu,

Hazara University, Mansehra.

ڈاکٹر نذر عابد

Dr. Nazar Abid

Department of Urdu,

Hazara University, Mansehra.

Abstract:

Quaid e Azam Muhammad Ali Jinnah is the Father of Nation. His thoughts are our guidelines. Particularly in literary field, we should define a manifesto so as to transform Pakistan into what Quaid dreamt. Quaid e Azam was a practical man and a popular leader of freedom movement, so his speeches are very helpful for the poets, prose-writers, critics and researchers to set clear goals and objectives to make Pakistan, in true spirits, a castle of Islam. In this article, these goals and objectives are discussed in length in context of Quaid's speeches.

قائداعظم محمد علی جناح کی زندگی سیاسی جدوجہد اور گھ جوڑ میں گزری ہے۔ان کا وژن اور مشن ایک ایسا فریضہ تھا کہ جس کی تکمیل ایک معجزہ سے کم نہیں تھی یعنی پاکستان کا حصول، جوان کا بہت بڑا کارنامہ ہے۔قائداعظم محمد علی جناح اپنے عہد کے عبقری، بے مثال سیاسی مدبر، بااصول فرد، بے باک وحق گو انسان، اولوالعزم مصلح، تجربہ کار وکیل، نڈر مقرر، وسیع المطالعہ آدمی، صابر سامع، فصیح البیان، دلیر رہنما، نڈر مشیر، مخلص سیاسی کارکن، وسیع المشرب اور خوش مذاق انسان تھے۔ان کے افکار سے ہمارا تعارف ان کے فرامین وارشادات، ان کی تقاریر، خطوط اور چند انٹرویوز کی صورت میں ہوتا ہے۔

فرامین قائد کی روشنی میں اُردو ادب کی صورت کے عنوان کے تحت حضرت قائد کے اقوال وارشادات سے اُردو ادب کے باب میں استدلال کیا گیا ہے۔ظاہر ہے ایک سیاسی رہنما جس کو بیک وقت تین محاذوں پر نبرد آزما ہونا تھا۔ایک طرف انگریزوں کی سیاسی چالبازیاں تھیں تو دوسری جانب ہندوؤں کی متعصّبانہ اور منافقانہ پالیسیاں اور تیسری طرف اپنی قوم کی یاسیت، سادہ لوحی، اور شکست خوردگی کی کیفیت، ایسی کٹھن صورت میں وہ دیگر معاملات معاشرت اور اطوار حیات پر کیوں کر توجہ دے

سکتے تھے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ اگر ان کو زندگی ۱۴اگست ۱۹۴۷ء کے بعد فرصت اور مہلت دیتی تو آئین پاکستان کے ساتھ ساتھ وہ اس قلم قبیلہ سے ضرور کمک کی توقع رکھتے لیکن اس بحث کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ قائداعظم کے افکار و نظریات اور فرامین سے اُردو کے قلمکار رہبری اور رہنمائی نہیں لے سکتے۔ حق لگتی تو یہ ہے کہ قائداعظم محمد علی جناح کے فرامین پاکستانی قوم کے ہر شعبے کے لیے مشعل ہدایت اور رشد کا وسیلہ ہیں۔ اُردو ادب کے ادیب و شعرا قائد کے فرامین سے مستفیض ہو سکتے ہیں اور اجتماعی فیض کے لیے فرامین قائد کی روشنی میں ایک منشور تیار کیا جا سکتا ہے جس سے اس نوزائیدہ قوم اور قومیت کو مضبوط اور مستحکم بنایا جا سکے اور اُردو ادب کی تعین سمت بھی کی جا سکے۔ ایلن لیپا کی رائے ہیں:

> ''فن یا ادب کی غایتیں دو ہیں۔ ایک زندگی کی مصوری کرنا، دوسری معاشرہ کے لیے کوئی روحانی جہت یا سمت کا تعین کرتے رہنا ہے۔ اس سے جہاں خارجی مصوری ادب کے فرائض میں شامل ہو جاتی ہے وہاں روحانی قدریں بھی اس کے واجبات میں داخل ہو جاتی ہیں۔''(۱)

ادب کے اس فریضہ کے داعی صرف ایلن لیپا ہی نہیں بلکہ میتھیو آرنلڈ اور خواجہ الطاف حسین حالی بھی ہیں۔ اسی مقصد کے لیے اُردو کے قلم کاروں کو اپنا منشور بحوالہ فرامین قائد تشکیل دینا ہوگا۔ اس باب میں پاکستانی ارباب دانش نے انفرادی سطح پر گذشتہ ۷۳ سالوں میں کام کیا بھی ہے لیکن تا حال ایک واضح، وقیع و وسیع اور قابل عمل منشور کی ضرورت باقی ہے۔ فرامین قائد میں جہاں مسلمانان پاک و ہند کو سماجی، سیاسی، معاشی اور معاشرتی حوالے سے احکامات اور مشورے ملتے ہیں، وہیں ادب کے باب میں واضح اشارات کا نہ ملنا کوئی حیران کن امر نہیں کیوں کہ ادب کا باب اس وقت آزادی کے باب کے بعد تھا لیکن پھر بھی قائد کے فرامین اپنی قوم کے ادیبوں اور شعرا کی سمت کے تعین کے لیے موجود ہیں۔

ادیب و شعرا کو فرامین قائد سے اسلامیت، دوقومی نظریہ، اسلامی ثقافت کا فروغ، ملی تشخص کی بقا، پاکستانی شعور، اپنی قومیت پر فخر، معاشرتی شرافتوں کا استحکام، علاقائی قومیتوں میں اتحاد اور یگانگت کا سبق، مسلمانوں کی عزت و وقار پر اصرار اور باہمی ایثار و تعاون کا درس ملتا ہے نیز قائداعظم کے فرامین میں اسلامی معاشرے کے ان سارے اوصاف اور اوضاع کی تاکید ملتی ہے جو نبی اکرم ﷺ اور خلفائے راشدین کے عہد میں تھے وہ ایسے نظام تعلیم کے علم بردار بھی ہیں کہ جو نئی نسل میں اسلامی کردار کو پیدا کرے۔ وہ ادیبوں اور شاعروں سے بھی اسی حوالے سے کام کرنے کی توقع کریں گے کہ جن سے ان کا پاکستان اور پاکستانی قومیت مضبوط اور محکم ہو سکے۔ اُردو زبان کے باب میں قائداعظم کے خیالات اور نظریات سے کون آگاہ نہیں کیونکہ بابائے قوم اُردو زبان اور ادب دونوں کی تہذیبی اور ثقافتی قد کاٹھ سے بخوبی آگاہ تھے اور چاہتے تھے کہ اُردو ہی پاکستان کی قومی اور سرکاری زبان رہے تاکہ اس نظریاتی مملکت کی بنا مضبوط ہو سکے۔

فرامین قائد کی روشنی میں اُردو ادب کی صورت یقیناً مثالی ہوگی اور خود حضرت قائد کا اُردو زبان کے لیے رطب اللسان ہونا اس حقیقت کا بھی پتا دیتا ہے۔ وہ اُردو زبان کی مذہبی، علمی، ادبی، تاریخی، تہذیبی، سائنسی و تعلیمی ثروت مندی سے بھی بے خبر نہ ہوئے ہوں گے لہٰذا ان کی اُردو زبان سے وابستگی درحقیقت اُردو ادب اور زبان دونوں سے ہی رہی ہوگی۔ وہ اُردو زبان پر دسترس نہیں رکھتے تھے جس سے وہ اُردو ادب سے براہ راست استفادہ کر سکتے ہوں لیکن ان کا لسانی شعور اس حقیقت ازلی سے باخبر تھا کہ اُردو زبان اور ادب دونوں کا اس خطہ ارضی اور اس کے باسیوں سے بہت گہرا رشتہ ہے۔ ڈاکٹر محمود الرحمان کے بقول:

> ''اردو زبان سے قائداعظم کو جو دلی لگاؤ تھا اسی کے تحت وہ اسے پاکستانی میں زندہ و تابندہ

رکھنا چاہتے تھے چنانچہ ۲۴ مارچ ۱۹۴۸ءکوڈھا کہ یونیورسٹی کے کانووکیشن کے موقعہ پر اُردو کی ہمہ گیرافادیت، قدر و قیمت اور سر بلندی پر انھوں سے یوں روشنی ڈالی:

ملک کے مختلف صوبوں کے مابین رابطہ پیدا کرنے کے لیے ایک اور صرف ایک ہی زبان قرار پائے گی اور وہ اُردو ہے۔ اُردو زبان جس کی نشو ونما میں برصغیر کے ہزار ہا ہزار افراد نے حصہ لیا ہے اور جو پاکستان کے وسیع و عریض خطوں کے علاوہ اور بھی تمام علاقوں میں سمجھی جاتی ہے اور جو دوسری علاقائی زبانوں سے کہیں بہتر طور پر اسلامی کلچر اور مسلمانوں کی روایات کی آئینہ دار ہے اور دوسرے اسلامی ممالک کی زبانوں سے قریب تر ہے نتیجتاً سرکاری زبان کہلائی گی۔''(۲)

یہ اقتباس اس باب میں فیصلہ کرتا ہے کہ حضرت قائد محمد علی جناح اُردو زبان کی افادیت اور فضیلت کے معترف تھے اور یہ اس وجہ سے بھی ہوگا کہ اُردو زبان نے پاکستان کی تحریک آزادی میں اپنا کردار کما حقہ ادا کیا کبھی ملی گیتوں کی صورت میں تو کبھی حب الوطنی کے نغمے اسی زبان میں گائے گئے ،مسلمانوں کو مسلم لیگ کے پرچم تلے جوڑنے کے لیے تقاریر بھی اُردو میں ہوئیں، اُردو صحافت اور دیگر مقالات و مضامین کی صورت میں قائداعظم نے اس زبان کی اٹھان، اس کی جولانی اور تنوع، اس کا حسن بیان اور فصاحت سے اس کی مقبولیت کا اندازہ لگا لیا ہوگا۔ اسی دلیل سے ان کی اُردو اور اُردو ادب سے محبت کا استدلال کیا جائے گا۔ اب ضرورت اسی امر کی ہے کہ فرامین قائد کی روشنی میں ایسا پاکستانی اردو ادب تخلیق کریں جو پاکستان کی نظریاتی اور جغرافیائی سرحدوں کا محافظ ہو اور جو نئی نسل کے اندر پیدا ہونے والی تشکیک اور مغرب زدگی کے رجحان کو ختم کرے۔ قائداعظم کے فرامین کی روشنی میں صورت پذیر ہونے والا اُردو ادب دوقومی نظریہ کا حامل ہوگا۔ قائداعظم کا مؤقف اس باب میں بڑا واضح اور دوٹوک رہا ہے اور اب اُردو ادب کے خدمتگاروں کا فرض ہے کہ وہ اس نظریہ کی بقا اور فروغ کے لیے اپنی تخلیقات پیش کریں۔ ایک فرمودہ قائد ملاحظہ فرمایئے:

''ہندو کیوں نہیں سمجھتے کہ ہندو اور مسلم دو الگ الگ قومیں ہیں، اقلیت اور اکثریت کی بات نہیں۔ مساوی حیثیت کی قومیں ہیں، چھوٹی بڑی کوئی نہیں، ہمارا فلسفہ زندگی مختلف ہے، ہمارا ایک خدا ہے۔تمہارے کروڑوں خدا ہیں۔ ہمارا کھانا پینا مختلف ہے۔ ہمارا ہیرو ان کا دشمن اور ان کا ہیرو ہمارا دشمن ہے۔ ہمارے فیض کے چشمے جدا جدا ہیں تو پھر ہم ایک قوم کیوں کر ہو سکتے ہیں۔''(۳)

اُردو ادب کے ذریعے اسی نظریے سے نئی نسل کی ذہن سازی اور تربیت کرنا مقصود ہوگی۔ آج ہمارا میڈیا جس رو میں چل نکلا ہے اور عوام الناس جس سمت کو اپنی راہ اور جس مقام کو اپنی منزل قرار دے بیٹھی ہے وہ ہمارے ملی تشخص کے لیے تباہ کن ہے اور اس کے لیے فرامین قائد سے رہنمائی ہی ہماری فلاح اور بقا کی ضامن ہوگی۔ آج کی نئی نسل کو روشن خیالی اور جدیدیت کی دلفریب اصطلاحوں سے استعماری قوتیں اپنا آلہ کار بنا رہی ہیں۔ اس عہد آشوب میں پاکستان کو ایسے ادب کی ضرورت ہے جو ہماری قومیت کے خدوخال کو نکھار دے اور مختلف علاقائی قومیتوں کو شیرازہ بند کرے۔ یہ دونوں آرزوئیں حضرت قائد کے فرامین میں موجود ہیں۔

فرامین قائد کی روشنی میں اُردو ادب کو ایسا ہونا چاہیے کہ جس میں قاری کے دل میں رواداری، وسیع المشربی، غیر

اسلامی اقدار کا ابطال، پاکستانی قومیت پر فخر، علاقائیت سے تنفر پیدا ہو کیونکہ چودہ اگست کو ملنے والی آزادی ہی ہماری کل متاع ہے، ہماری پہچان اور بقا ہے۔ اس آزادی کے بارے میں میرے قائداعظم کا ایک فرمان سنیے جوانھوں نے ۲۶ مارچ ۱۹۴۸ کو ڈھاکہ یونیورسٹی میں دیا تھا:

''آزادی کا مطلب بے لگام ہو جانا نہیں۔ آزادی کا مفہوم یہ نہیں کہ دوسرے لوگوں اور مملکت کے مفادات کو نظر انداز کر کے آپ جو چاہیں کر گزریں۔ آپ پر بہت بڑی ذمہ داری عائد ہوتی ہے اور پہلے سے کہیں زیادہ۔ اب یہ ضروری ہے کہ آپ ایک منظّم و منضبط قوم کی طرح کام کریں۔ اس وقت ہم کو چاہیے کہ ہم سب تعمیری جذبہ پیدا کریں۔''(۴)

یہ خطاب طلبا سے تھا اور آج کے دور کے حوالے سے اس کی معنویت پر ذرا غور کیجیے تو آج کا میڈیا، سیاسی ڈھانچہ، تعلیمی نظام کی کمزوریاں، سماجی اور معاشرتی کجیاں سب مذکور آ رہی ہیں۔ یہی وہ تاریخی اور سیاسی شعور تھا جو بابائے قوم کو ودیعت کیا گیا تھا۔ فرامین قائد آج کے پاکستانی اردو ادب میں پاکستانیت کے وصف کو دیکھنا چاہیں گے۔ یہ ایک ایسا وصف ہے جو پاکستانی ادب کو ان تمام حوالوں سے آزاد کر دے گا جن کو کسی عہد میں ہم اپنے اُردو ادب کے لیے لازم قرار دیتے تھے۔ پاکستانیت کی تعریف کرتے ہوئے ڈاکٹر سید عبداللہ لکھتے ہیں:

''پاکستانیت کسی علاقائی مزاج کا نام نہیں اس سے مراد ایک مجموعی مسلم مزاج ہے جو اپنی ہزار سالہ تاریخ میں کل مسلمانان ہند نے بین الاقوامی اسلامیت کے تحت ڈھالا جس میں ہندی اسلامی تہذیب آ جاتی ہے۔ پاکستانیت کے سیدھے سادے معنی یہ ہیں کہ ادب میں وہ قومی روح منعکس کی جائے جو نظریہ پاکستان میں موجود تھی۔''(۵)

بالفاظ دیگر وہ تمام اوصاف، خصائص، امتیازات، اعزازات جن سے ادب، مصوری، موسیقی، ثقافت، اقدار و روایات، طعام، شادی بیاہ، ماتم مرگ کو پاکستانی شناخت ملے وہ سب پاکستانیت کہلائے گی جیسے میں اور آپ پاکستانی، ہماری مہمان نوازی پاکستانی مہمان نوازی، پاکستانی ٹراؤٹ، پاکستانی فلمیں اور ڈرامے، پاکستانی ادب، پاکستانی لوک ادب، پاکستانی لوک موسیقی، پاکستانی عرس، پاکستانی مصنوعات، پاکستانی پرندے یعنی ہر وہ عمل، پہچان، اہلیت، حاصل، خوبی میں کسی بھی دوسری تہذیب و ثقافت اور تمدن سے ممتاز اور جدا کر دے پاکستانیت قرار پائے گی یا جن خدوخال اور خطوط اور نشانات واعلانات سے ہم دیگر ہر حوالے سے آزاد ہو جائیں وہ پاکستانیت ہے۔ آج کے ادب میں اس عنصر کی اشد ضرورت ہے۔ اس باب میں قائداعظم کے کئی فرامین موجود ہیں۔ ایک ملاحظہ فرمائیے:

''مسلمان اس لیے پاکستان کا مطالبہ کرتے ہیں کہ اس مملکت میں وہ اپنے ضابطۂ زندگی، اپنی ثقافتی نشوونما، روایات اور اسلامی قوانین کے مطابق زندگی بسر کر سکیں۔''(۶)

پاکستانیت، درحقیقت نظریہ پاکستان کی دین ہے اور نظریۂ پاکستان نے ہنداسلامی ثقافت کی ترویج اور اسلامی اقدار کے فروغ کے لیے ایک الگ وطن کا مطالبہ کیا تھا جس کو اس کی معروضیت اور معقولیت کی بنا پر انگریزوں اور ہندوؤں نے تسلیم کیا اور قائداعظم اسی نظریہ پاکستان کی اساس پر اسلامی دنیا کی سب سے بڑی مملکت کے گورنر جنرل بھی بنے۔ اب اسی نظریہ پاکستان کے تحفظ اور بقا کا فریضہ قائداعظم کے مشن کی تکمیل کا ضامن ہے اور اُردو ادب کو اس نظریہ کی بقا اور اشاعت کے لیے کام

کرنا ہے۔اس نظریہ کے لیے ادبا اور شعرا نے اپنی اپنی تخلیقات پیش کرنی ہیں اور اپنی آنے والی نسلوں کی سوچ اور اندازِ فکر کو پاکستانی بنانا ہے تاکہ اسلامی آئیڈیالوجی کی وہی صورت ترسیل پائے جس کا تعین حضرت قائداعظم نے کیا ہے۔

قائداعظم کی مملکت اور مشن کو آج اُردو ادب سے کمک چاہیے تاکہ پاکستانی ادب، پاکستانی قوم کے اندر حبِ اسلام، اُنسِ انسانیت، حبِ وطن، مواخات، ایثار و تعاون، تحمل و برداشت، مہربانی و اکرام، لحاظ و مروت، اقلیتوں کے حقوق و فرائض کی پاسبانی، قوم کو ہم مقصدیت، یگانگت، مذہبی و مسلکی رواداری، فکرِ امروز اور خوابِ فردا، باہمی ہمدردی اور اپنی مدد آپ جیسی اسلامی روایات اور اقدار کو پروان چڑھائے۔فرامین قائد کی روشنی میں اُردو ادب کی صورت ایسی ہی ہوگی جس میں اس قوم کے اندر پائے جانے والے علاقائی، لسانی، نسلی تعصّبات کا قلع قمع ہو۔ پاکستانیت کے جذبے کی آبیاری ہو، اسلامی آئیڈیالوجی کا تحفظ ہو۔ ۲۶ مارچ ۱۹۲۹ء میں دہلی آل انڈیا مسلم لیگ کے جلسہ میں صدارتی خطبہ فرمایا تھا:

> ''اگر مسلمان عزت و وقار برقرار رکھنے کے خواہاں ہیں تو جلد از جلد اس کے متعلق ایک مشترکہ فیصلہ کریں۔ ہم سب کا فرض ہے کہ ملک (پاکستان) کی فلاح و بہبود کی خاطر عناد و تکرار کو ختم کر کے متحد ہو جائیں۔''(۷)

اہل فکر و نظر کے لیے اس طرح کے سیکڑوں اقوال رہنمائی اور رہبری کرنے کے لیے موجود ہیں۔ضرورت اس امر کی ہے کہ اُردو ادب کے شعرا اور ادیب قائداعظم کے وژن، شعور اور افکار عالیہ سے معروضی انداز میں استفادہ کریں اور قائدِ اعظم کے اس مشن کو مکمل کریں کہ پاکستان اسلام کا قلعہ ہوگا۔ بحیثیت پاکستانی ہم ایک حق پرست، اولوالعزم، صمیم القلب اور انتھک قوم ہیں مگر کچھ طاغوتی قوتیں، استعماری طاقتیں اور مخلص لیڈرشپ کی کمی سے مسائل کا شکار ہیں۔اب اگر اہل قلم فرامین قائد سے استفادہ کریں اور ایک ایسا منشور تیار کریں تو وہ دن دور نہیں کہ ساری قوم قائد کے مشن اور پیغام پر گامزن ہو جائے گی اور پھر ترقی اور فلاح دارین دور نہیں، پس پاکستانی قوم کو قائداعظم کے افکار کے مطابق اعلیٰ قدروں کا حامل اور انقلاب آفریں ادب کی ضرورت ہے۔قائداعظم اور اُردو ادب ایک موضوع نہیں بلکہ یہ ایک اسم اعظم ہے جس کے ذریعے ہم اپنی پاکستانی قوم کی تقدیر بدل سکتے ہیں اور اکیسویں صدی کے تمام چیلنجز کا مردانہ وار مقابلہ کر سکتے ہیں۔قائد کے فرامین کی روشنی میں پرداخت پانے والا ادب پاکستان اور پاکستانی قوم کی اقوام عالم میں عزت اور توقیر بڑھائے گا اور پاکستان اسلام کا مضبوط قلعہ بن جائے گا۔

حوالہ جات

۱۔ ایلن لیپا، مضمون: قوم، مشمولہ: پاکستان۔تعبیر و تعمیر، از ڈاکٹر سید عبداللہ، لاہور: مکتبہ خیابان ادب، ۱۹۷۷ء، ص:۴۲۱

۲۔ محمود الرحمان، ڈاکٹر، مضمون: اردو زبان کی تاریخی اہمیت، مشمولہ: مجلّہ علم کی روشنی، جلد ۱۰، شمارہ ۱۱، اسلام آباد: شعبہ اردو، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، ۲۰۰۸ء، ص:۳۵۶

۳۔ رفیع اللہ شہاب، پروفیسر، جدوجہد قیامِ پاکستان، لاہور: مقبول اکیڈمی، س ن، ص:۵۷

۴۔ قائداعظم محمد علی جناح، تقریر، مشمولہ: قائداعظم ارشادات و اقتباسات، از تحسین حسین، لاہور: نذیر پبلشرز، ۱۹۸۸ء، ص:۴۳

۵۔ عبداللہ، سید، ڈاکٹر، ادب و فن، لاہور: مغربی پاکستان اُردو اکیڈمی، ۱۹۸۷ء، ص:۲۱۷

۶۔ قائداعظم محمد علی جناح، تقریر، مشمولہ: قائداعظم ارشادات و اقتباسات، ص:۳۳

۷۔ ایضاً، ص:۱۴